ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.6,Issue No.2(2024)
(April to June)

جعفر زٹلی ایک رجحان ساز ہجو نگار: تحقیقی و تنقیدی جائزہ

Jafer Zatali Trendy Satirist: Research and Critical Review

سید رسول
بھکر، پنجاب، پاکستان

Said Rasul
Bhakkar, Punjab, Pakistan

Abstract:
Urdu literature entered through Hajo, Persian literature and Arabic literature. In Arabic literature, Amra al-Qais is a prominent name in this genre, who targeted his personal opponents along with the inequities of the society. The father of Persian poetry, Adam Rood, showed his essence in poetry and with him, Anwari also created his own identity in poetry. Jafar raised the knowledge of rebellion from the tradition where many contemporary poets were worried about receiving rewards and honors from the king of time with their flattering behavior and flattery, Jafar presented the image of the society and exposed the evils spread in his environment. And pointed them out. For example, "Kuchwa Nama" is a famous contemporary poem by Jaafar in which he ridiculed Ibn al-Huqt and the so-called religious leaders.

Keywords: Urdu literature, Persian literature, inequities, knowledge, environment, contemporary

انسان طبعاً ہنسنے اور رونے پر مجبور ہے اور خوشی و غم انسان کی سرشت میں شامل ہے۔ خارجی ماحول انسان کی صلاحیتوں کے لیے ایک طرح کے چیلنج اور للکار کی حیثیت رکھتا ہے اور یہی چیلنج اور للکار اس کی صلاحیتوں کو ابھرنے، نمایاں کرنے اور مستحکم ہونے کی دعوت دیتی ہے۔ تہذیب کے ارتقائی مراحل طے کرتے ہوئے جب جنگلی جانوروں اور اپنے ہم جنسوں پر انسان کی گرفت مضبوط ہوتی تو وہ کئی طرح سے اپنی ہمت افزائی کا مظاہرہ کرتا اور بسا اوقات یہ انداز تمسخرانہ ہو جاتا تھا۔ جب ہنسنے اور مذاق اڑانے کا یہ انداز غیر مستحسن ہو جاتا تو غرور اور تضحیک کا روپ اختیار کر لیتا. مرور ایام کے ساتھ اس کے روپ بدلتے رہے۔ ہجو سے طنز تک اس کی بہت سی شکلیں ملتی ہیں۔ ہجو ایک شعری صنف سخن ہے۔ ہجو عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی برائی اور مذمت کے ہیں۔ ہجو میں ذاتی انا اور غصہ شامل ہوتا ہے۔ کسی شخص، قبیلہ یا حکومت کے کسی فعل سے غیر مطمئن ہونے کی صورت میں اپنے اوپر گزرنے والی کیفیت کو ہجو کے پردے میں لپیٹ کر پیش کیا جاتا ہے۔ ہجو گو اپنے غصے اور انا کی تسکین کے لیے اپنے حریف کی تضحیک کرنے اور اسے زمین کے پاتال اور تحت الثریٰ تک پہنچانے میں کوئی رعایت نہیں کرتا اپنے مقصد کے حصول کے لیے وہ مبالغہ آمیزی سے بھی کام لیتا ہے۔ فی زمانہ یہ

صنف ادب زیر مشق نہیں رہی۔ ہجو کا موضوع کوئی شخص، کوئی مظہر یا کوئی شے بھی ہو سکتی ہے۔ پروفیسر انور جمال ہجو کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"ہجو وہ متروک (فراموش شدہ) صنف شاعری ہے جس میں شاعر کسی شخص حریف کے خلاف اپنے غصے کا اظہار کرتا ہے۔ اس کی شخصیت کی کمزور اور مضحکہ خیز پہلو تلاش کر کے ان کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا جاتا ہے۔"(۱)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہجو نگار اپنے غصے اور انا کی تسکین کے لیے مبالغہ آمیزی سے کام لیتے ہوئے اپنے حریف کی زندگی کے کمزور پہلوؤں کو نشانہ بناتا ہے۔ پروفیسر شان الحق حقی نے 'فرہنگ تلفظ' میں ہجو کو اس طرح بیان کیا ہے:

"اشعار جو کسی کی عیب جوئی یا مذاق اڑانے کے لیے لکھے جائیں"(۲)

یعنی کسی شے، مظہر یا انسان کا مذاق اڑانے اور نشانہ تمسخر بنانے کے لیے ہجو گو جن اشعار کا سہارا لیتا ہے وہ ہجو کہلاتے ہیں۔ 'فرہنگ آصفیہ' میں ہجو کو اس طرح واضح کیا گیا ہے:

"(اسم مؤنث) مذمت، نندا، برائی کرنا، بد گوئی کرنا، نندہ کرنا، نظم میں برا کہنا"(۳)

یعنی ہجو ایک نظمیہ شاعری ہے جس کا مقصد اور مدعا کسی کی کمزوری بیان کرنا اور برائی و بد گوئی کرنا ہے۔ مذمت کے انداز میں زیرِ موضوع آنے والی شے یا مظہر کا تاریک اور اصلاح طلب پہلو طنزیہ انداز میں سامنے لانا ہے۔ اسی طرح رشید احمد صدیقی نے ہجوں کے حوالے سے لکھا ہے:

"ہجو سے مراد تنقیص و تعریض ہے ایسی تنقیص یا تعریض جس سے جذبہ تفریح یا نفرت کو تحریک ہوتی ہے"(۴)

رشید احمد صدیقی کے خیال کے مطابق ہجو گوئی اس انداز سے کی جاتی ہے جس سے جذبہ تفریح، مذاق، تمسخر، طنز اور نفرت کے پہلو سامنے آئیں۔ مذکورہ تمام پہلو ہجو کی مختلف اشکال ہیں۔ مولانا محمد حسین آزادؔ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب 'آب حیات' میں ہجو کے حوالے سے لکھا ہے:

"ہجو ہماری نظم کی ایک خاردار شاخ ہے جس کے پھل سے پھول تک بے لطفی بھری ہے اور زمین اور دہقان دونوں کی کثافت طبع پر دلالت کرتی ہے"(۵)

مولانا آزاد نے پھل، پھول اور دہقان کے ساتھ ساتھ کثافت طبع کا لفظ لگا کر ہجو کے معنی کو مزید واضح کیا ہے۔ یعنی ہجو کو مطائبات کے قبیلے کا ایک بدنام فرد شمار کیا ہے۔ اور ہجو کو گلستان سخن کا ایک خار دار پودا کہا ہے۔ ہجو کو قصیدے کے متضاد تصور کیا جاتا ہے۔ قصیدہ اور ہجو کی مشترک خصوصیت مبالغہ ہے۔ قصیدہ گو مدح میں مبالغہ کرتا ہے جبکہ ہجو گو کسی کی مذمت میں مبالغہ آرائی سے کام لیتا ہے۔ قصیدہ کے لیے ایک مخصوص ہئیت ہے جبکہ ہجو کے لیے کوئی ہئیت متعین نہیں ہے۔ چنانچہ قصیدہ اور ہجوں میں فرق کا واحد ذریعہ موضوع کے تئیں شاعر کا رویہ ہے۔ قصیدہ میں کسی بھی شے یا مظہر کے مبالغہ آمیز تعریف و توصیف کی جاتی ہے۔ اس کے برعکس ہجو میں کسی کی تحریف، تعریض اور تنقیص کرنا مقصود ہوتا ہے۔ قصیدہ گو ممدوح کو اوج ثریا تک لے جاتا ہے تو ہجو میں کسی کو زمین برد کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ہجو کا مقصود ہوتا ہے کہ اس کا ہدف صفحہ ہستی پر وہ طنز و تضحیک کا نشانہ بنے تاکہ معاشرے میں اس کا مقام اس قدر گر جائے کہ وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ ہو۔

اردو ادب میں ہجو، فارسی ادب اور عربی ادب کے ذریعے سے داخل ہوئی۔ عربی ادب میں امراؤالقیس اس صنف کے حوالے سے ایک ممتاز نام ہے جس نے سماج کے ناہمواریوں کے ساتھ اپنے ذاتی مخالفین کو بھی نشانے پر رکھا۔ فارسی شاعری کے باوا آدم رودکی نے ہجو گوئی میں اپنے جوہر دکھائے اور ان کے ساتھ انوری نے بھی ہجو میں اپنے الگ پہچان پیدا کی۔ انوری کی قریب ترین اعزہ بھی اس کی ہجو سے محفوظ نہ رہ سکے۔ انوری کو اپنے فن میں اس قدر مہارت تھی کہ مولانا شبلی نعمانی نے انوری کی ہجو گوئی کے بارے میں لکھا ہے۔

"اگر ہجو شریعت ہوتی تو انوری اس کا پیغمبر ہوتا۔"(۶)

فردوسی نے بھی محمود غزنوی کی ہجویں لکھیں۔ جس میں انھوں نے نفرت اور غصے کا اظہار کیا جو کہ ہجو کی اساس تصور کیا جاتا ہے۔ قصیدہ کی طرح ہجو بھی خارجی کیفیت رکھتی ہے۔ کامیاب ہجو وہ ہے جس میں ذاتی انا اور غصہ کے ہوتے ہوئے ایسی باتوں کو بیان کیا گیا ہو جو عام اخلاقی نقطہ نظر سے قابل اعتراض ہوں۔ اس سطح پر ہجو اخلاقی دائرے میں آکر مقصدی ادب بن جاتی ہے۔ شاعر کا غصہ یہاں اخلاقی برہمی میں بدل جاتا ہے۔ ہجو گو ہر اس شخص کو نشانہ بناتا ہے جو معاشرے کی سیدھی لکیر سے دائیں بائیں بھٹکنے کی کوشش کرتا ہے۔ یوں کہیے ہجو ایک ایسی لاٹھی ہے جسے گلابان (ہجو گو) غیر ارادی طور پر تمام بکھرے ریوڑ (افراد) کو ہانک کر دوبارہ گلے میں شامل کرتا ہے۔ ہجو قدرت کی پیدا کردہ اشیاء کی بجائے انسان کی اپنی پیدا کردہ اشیاء پر کی جاتی ہے۔ قدرت نے تو تمام چیزوں کو فطرت سلیم پر پیدا کیا ہے۔ ہجو کو اصناف شاعری میں بعینہٖ اسی نظر سے دیکھا جاتا ہے جس نظر سے متشرع لوگ رقص اور سرور کو دیکھتے ہیں ۔ اردو ادب میں ہجو گوئی جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے فارسی ادب کے ذریعے سے داخل ہوئی دنیا کی دوسری زبانوں کے مقابل رکھ کر اگر جائزہ لیا جائے تو اردو کی عمر بہت کم ہے مگر خوش آئند بات یہ ہے کہ اردو نے دوسری بڑی زبانوں کی طرح قابل رشک مقام حاصل کر لیا ہے۔ اردو زبان کا یہ اعجاز ہے کہ یہ ہر زبان کے ساتھ بہت جلد اپنا تعلق بنا لیتی ہے اور اس زبان کے اچھے اچھے الفاظ اپنا کر اپنے اندر یوں جذب کر لیتی ہے کہ اجنبیت کا احساس ہی نہیں ہوتا۔

اردو ادب میں ہجو گوئی کی ابتدا شمالی ہند سے ہوئی۔ اس صنف کے حوالے سے جعفر زٹلی (۱۷۱۳ء-۱۶۵۶ء) کا نام اولین ہجو نگار تصور کیا جاتا ہے۔ وہ نارنول (ہریانہ) کے رہنے والے تھے اور زیادہ عرصہ دلی میں گزارا۔ وہ دبستان ہجو کے منفرد اور نمائندہ شاعر تھے۔ انھوں نے جب شاعری شروع کی تو مغلیہ سلطنت اندرونی اور بیرونی سازشوں کا شکار ہو چکی تھی شمشیر وسناں اور طاؤس ورباب میں توازن بگڑ چکا تھا۔ یہ ایک پُر آشوب دور تھا۔ تہذیب و تاریخ ایک نیا موڑ لے رہی تھی۔ اورنگزیب عالمگیر کی وفات (۱۷۰۷ء) سے جو ہنگامہ آرائی اور انتشار شروع ہوا جعفر نے جب مرکزیت کو تہس نہس ہوتے دیکھا اور سماج کو اقتصادی و تہذیبی بدحالی میں مبتلا پایا تو انھوں نے انسانیت کے درد کو محسوس کیا۔ جعفر ایک حساس طبیعت انسان تھے۔ نہوں نے اپنے ارد گرد کے حالات کو اپنے لیے ایک چیلنج محسوس کیا۔ انھوں نے خود کو معاشرہ کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا بلکہ سماج کے حالات کا پردہ چاک کر کے انہیں آئینہ دکھایا۔ جو اپنی روایات کی خود ہی خالق اور خود ہی خاتم تھے۔ انھوں نے خود کو 'زٹلی' کہلوانے میں عار نہ سمجھی بلکہ خود اس کو اس نام سے مشہور و موسوم کیا۔ کئی جگہ انھوں نے شاعری میں خود کو اس نام سے پیش کیا۔ مثال ملاحظہ ہو۔

"کشتی جعفر زٹلی در بھنورہ استادہ است
ڈبکوں ڈبکوں می کنند از یک توجہ پار کن"(۷)

اسی طرح ایک اور جگہ خود کو 'زٹلی' کہا۔

"غریب وعاجز مسکین زٹلی ام جعفر
ہزار شکر کے زرونہ زہرہ دارم من"(۸)

جعفر کی سخن وری کی زیادہ تر بنیاد ہزل گوئی پر تھی۔ بہت سے مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر جعفر زٹل نہ کہتا تو ملک الشعراء ہوتا۔ ہزل گوئی میں ان کا کوئی حریف نہ تھا۔ راجا سے پرجا تک کوئی ان کے قلم سے محفوظ نہ رہ سکا۔ حتی کہ اپنی بیوی کی ہجو بھی لکھ ڈالی۔ جعفر نے ہندوی الفاظ کو عربی فارسی الفاظ اور عربی فارسی الفاظ کو ہندوی الفاظ کے ساتھ ایسا خوبصورت جوڑ لگایا کہ انہیں یک جان کر دیا جس سے اس نے ہجو گوئی میں چاشنی اور کاٹ پیدا کی اور ایسا لگتا ہے جیسے وہ کئی زبانوں کی قوت سے اردو زبان کی آب یاری کی۔ ان کی شاعری کا مزاج شہر آشوب کا ہے۔ جعفر کا کلام شمالی ہند میں لسانی ارتقا کی پہلی کڑی اور تاریخی و تہذیبی حوالے سے ان کا کلام ایک دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ جعفر زٹلی کی رواں طبیعت نے ان کے مافی الضمیر کو پوری شدت سے بیان کیا۔ سماج میں حالات کے بگڑنے پر کئی طرح کی رویے سامنے آتے ہیں۔ کچھ لوگ حالات سے سمجھوتہ کر لیتے ہیں تو کچھ سوسائٹی سے الگ ہو جاتے ہیں اور ایسے بھی ہوتے ہیں جو حالات کے باگ پر آہنی ہاتھ رکھ کر مثبت قدروں کی جانب اس کا رخ موڑ دیتے ہیں اور حق و سچ کا علم بلند کرتے ہیں جعفر ایک ایسی نابغہ روزگار شخصیت تھے جنہوں نے معاشرہ کا چہرہ خواص کے ساتھ عوام کو بھی دکھایا۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

" گیا اخلاص عالم سے عجب یہ دور آیا ہے
ڈرے سب خلق ظالم سے عجب یہ دور آیا ہے
کہ یاروں میں رہی یاری نہ بھائیوں میں وفاداری
محبت اٹھ گئی ساری عجب یہ دور ایا ہے"(۹)

جعفر کے کلام میں غضب کی روانی تھی۔ غزل، مور چھل نامہ، مراثی، قطعات اردو ان کے کلام کے نمونے ہیں۔ وہ لفظوں کے سچے پارکھ اور جوہری تھے۔ لفظ کا صحیح اور بر محل استعمال کرنے پر غیر معمولی قدرت رکھتے تھے۔ سماج کی ناہمواریوں کو وہ اپنے انداز میں یوں بیان کرتے ہیں۔ ان کا ہجو یہ کلام ملاحظہ ہو۔

"شریف زادہ پریشان در بدر محتاج
دہنہ، جلاہہ و بھٹیارہ در نظر منظور
فقیہ خستہ بہ عسرت برہنہ پائے خراب
طباخ، کنجڑہ قصائی بہ سیم و زر مغرور"(۱۰)

رشید حسن خان نے "زٹل نامہ" (کلیات جعفر زٹلی) کو مرتب کر کے شائع کروایا۔ ذیل میں "قطع در بیان نوکری" دیا گیا ہے۔

"ہم نام کوں اسوار ہیں روزگار میں بیزار ہیں
یارو ہمیشہ خار ہیں　　یہ نوکری کا حظ ہے
نوکر فدائی خان کے　　محتاج آدھے نان کے
تابین بے ایمان کے　　یہ نوکری کا حظ ہے
گھوڑا رہا بھوکا سدا　　در فاقہ شد میان گدا
بے کہے میرے خدا،　　یہ نوکری کا حظ ہے"(۱۱)

جعفر زٹلی کے بارے میں عام طور پر جو نقشہ ذہن میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ ایک مسخرے اور پھکڑ پن شخصیت کے مالک تھے۔ مگر ان کی شاعری کے بغور مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ ایک بیدار مغز اور سماجی سطح پر ایک حساس شخصیت تھے۔ جعفر نے طنز و ہجو سے اپنے دور کے مزاج کی ایسی ترجمانی کی ہے کہ تین سو سال سے زیادہ عرصہ بیت جانے کے باوجود ان کا نام اپنی ایک منفرد اور ممتاز پہچان رکھتا ہے۔ جعفر نے خواص کے بجائے عوام کے دکھ کو بیان کیا اور وسیلہ اظہار اردو نظم کو بنایا اس طرح انھوں نے اپنی ایک خوبصورت روایت چھوڑی۔ مقدم شعراء نے جن موضوعات کو چھیڑنے میں ہچکچاہٹ سے کام لیا جعفر نے شاعری کا سہارا لے کر ان رویوں کو ہدف طنز بنایا۔ وہ مغرب زدہ مشرقی معاشرے میں دم توڑتی روایات اور مشرقی عورت کے ہاں سے شرم وحیا کی رخصتی پر کچھ اس طرح سے طنز کرتے ہیں۔

"نہ بولے راستی کوئی، عمر سب جھوٹ میں کھوئی
اتاری شرم کی لوئی ، عجب یہ دور آیا ہے"(۱۲)

جعفر نے روایت سے بغاوت کا علم بلند کیا جہاں بہت سے معاصر شعراء اپنے خوشامدانہ رویے اور چاپلوسی سے بادشاہِ وقت سے انعام واکرام وصول کرنے کی فکر میں تھے وہاں جعفر نے سماج کا عکس ایسے پیش کیا اور اپنے ماحول میں پھیلی برائیوں سے پردہ اٹھایا اور ان کی نشاندہی کی۔ مثال کے طور پر "کچھوانامہ" جعفر کی ایک مشہور زمانہ نظم ہے جس میں انھوں نے ابن الوقت اور نام نہاد مذہبی رہنماؤں کو نشانہ طنز بنایا ہے۔ جعفر نے اپنی ہجویہ وطنزیہ شاعری سے دہلی کی بربادی اور حکمرانوں کی بے دادگری، ہنرمندی کی رسوائی اور بے قدری کو بھرپور انداز میں اجاگر کرنے کی سعی کی۔ مہنگائی پر طنز کرنے پر جعفر کو زندگی سے ہاتھ دھونا پڑا مگر انھوں نے اپنے فن اور اپنے الفاظ کی حرمت پر آنچ نہ آنے دی۔ مغل بادشاہ فرخ سیر کی رویہ پر انھوں نے ایک ہجویہ شعر کہا جو بے حد مقبول ہوا اور زبان زدخواص وعام ہوا۔ ہر طرف اسی شعر کی گونج آئی تو شعر بادشاہ تک بھی پرواز کر گیا۔ فرخ سیر نے جب شعر سنا تو اس کے تیور بدل گئے اور اس نے جعفر کو (۱۷۱۳ء) میں قتل کروادیا۔ جعفر کی موت کا سبب درج ذیل شعر ہوا۔

"سکہ زد بر گندم و موٹھ ومٹر
پادشاہ ہے تسمہ کش فرخ سیر "(۱۳)

بغور مطالعہ کرنے اور معروضی حالات سے واقفیت پر یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اس واقعے کے پیچھے وہ حالات کی تبدیلی تھی جو وقت کے ساتھ ہندوستان کے باسیوں کے اذہان قلوب پر اثر کر رہی تھی اور بادشاہت کا خاتمہ اور سرمایہ داری نظام کا سر اٹھانا تھا جعفر ان تمام حالات کے ناظر شاہد تھے ہر عمل کا ایک رد عمل بھی ہوتا ہے اور جعفر کی شاعری اس وقت کے ابتر حالات کا خوبصورت رد عمل ہے۔ حالات نے جتنی کروٹیں بدلیں جعفر کے پاؤں زمین پر ہی رہے وہ اپنے خودداری میں رہے۔ وہ کہتے ہیں۔

"دلا! در مفلسی سب سے اکڑرہ　　باعالم بے کسی سب سے اکڑرہ
چکن اور زر کا چیرہ پشم کر بوجھ　　پھٹی پگ باندھ کر سب سے اکڑرہ
اگر یہ بھی میسر جو نہ ہووے　　اکیلا جوں الف سب سے اکڑرہ"(۱۴)

فی زمانہ سائنس نے بہت ترقی کر لی ہے۔ دنیا گلوبل ویلج (Global Village) بن چکی ہے باوجود اس سب کچھ کے ہمارے معاشرے میں کتنی فرسودہ رسومات رائج ہیں اور سماج کسی قدر توہم پرستی کا شکار ہے۔ تاریخ کو گواہ بنا کر ذرا چشم تصور سے دیکھیں تو جعفر

کے دور کا کیا حال ہو گا۔ جعفر نے فرسودہ رسم و رواج اور راوی کے چین ہی چین لکھنے کے بجائے حقائق پر روشنی ڈالی اور عوام و خواص کو حقائق سے روشناس کروایا۔ جعفر کی شاعری سے سماج کے سر سے سر ملانے کی بجائے باغیانہ عناصر پر مشتمل ہے۔

حوالہ جات

۱۔ انور جمال، پروفیسر، ادبی اصطلاحات، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد ۲۰۰۶، ص:۱۸۰

۲۔ شان الحق حقی، فرہنگ تلفظ، مقتدرہ قومی زبان، پاکستان ۲۰۱۲ء، ص:۹۶۷

۳۔ فرہنگ آصفیہ (جلد چہارم)۔ سیّد احمد دہلوی (موّلفہ)، الفیصل ناشران و تاجران کتب، الغزالی سٹریٹ اردو بازار لاہور ۲۰۲۳ء، ص:۲۶۷

۴ رشید احمد صدیقی، ڈاکٹر، ظنزیات و مضحکات، مکتبہ جامعہ نئی دہلی، ۱۹۶۰ء، ص:۲۲

۵۔ مولانا محمد حسین آزاد، آب حیات، بک ٹاک، میاں چیمبرز، 3 ٹمپل روڈ، لاہور ۲۰۱۳ء، ص:۴۵

۶۔ مولانا شبلی نعمانی، شعر العجم (جلد چار)، مکتبہ جامعہ نئی دہلی، ۱۹۴۰ء، ص:۷۰

۷۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو (جلد دوم)، مجلس ترقی ادب لاہور، ۲۰۰۹ء، ص:۱۰۳

۸۔ ایضا، ص:۱۰۴

۹۔ انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی تاریخ، عزیز بک ڈپو لاہور ۲۰۱۳ء، ص:۸۹

۱۰۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو (جلد دوم)، مجلس ترقی ادب لاہور، ۲۰۰۹ء، ص:۱۰۸

۱۱۔ ایضا، ص:۱۰۹

۱۲۔ انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی تاریخ، عزیز بک ڈپو لاہور ۲۰۱۳ء، ص:۹۱

۱۳۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۱۸ء، ص:۱۶۱

۱۴۔ علی جاوید، جعفر زٹلی کی احتجاجی شاعری، شعبہ اردو، دہلی یونی ورسٹی دہلی، ۲۰۰۰ء، ص:۷

Reference in Roman Script:

1. Anwar Jamal, Professor, Literary Terms, National Book Foundation Islamabad, 2006, p. 180
2. Shan-ul-Haq Haqi, Farhang Zazan, Moqtadara National Language, Pakistan 2012, p. 967
3. Farhang Asafia (Volume IV). Syed Ahmed Dehlavi (Author), Al-Faisal Publishers and Publishers, Al-Ghazali Street, Urdu Bazaar, Lahore, 2023, p. 267
4. Rashid Ahmad Siddiqui, Dr., Jokes and Jokes, School of New Delhi University, 1960, p. 22
5. Maulana Muhammad Hussain Azad, Ab Hayat, Book Talk, Mian Chambers, 3 Temple Road Lahore, 2013, p. 45

6. Maulana Shibli Nomani, Shaar-ul-Ajam (Vol. Four), School of Jamia New Delhi,1940, p. 70
7. Jameel Jalbi, Dr., History of Urdu Literature (Volume II), Majlis Traqhi Adab Lahore, 2009, p. 103
8. Ibid p. 104
9. Anwar Sadid, Dr., History of Urdu Literature, Aziz Book Depot, Lahore, 2013, p. 89.
10. Jameel Jalbi, Dr., History of Urdu Literature (Volume II), Majlis Traqhi Adab Lahore, 2009, p. 108
11. Ibid, p. 109
12. Anwar Sadid, Dr., History of Urdu Literature, Aziz Book Depot, Lahore, 2013, p. 91
13. Salim Akhtar, Dr., The Shortest History of Urdu Literature, Landmark Publications, Lahore, 2018, p. 161
14. Ali Javed, Jafarztali's protest poetry, Department of Urdu, Delhi University, Delhi, 2000, p.76